رسائل و مسائل

سیور ریفل کی ٹکٹیں اور انعامات

سوال: - مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں نے پہلے لاٹری اور بانڈ وغیرہ کبھی بھی نہیں خریدے اور ساری زندگی والد نے حلال کی کمائی، حلال کا کھلایا، پلایا، آخری نصیحت اور وصیت بھی یہی تھی کہ حلال کھانا۔

لیکن یہ جو سیور ریفل سکیم ٹکٹ چلی ہے یہ تو گورنمنٹ کی اسکیم ہے اور ظاہر ہے کہ اب ہم گورنمنٹ کو غیر اسلامی تو نہیں کہہ سکتے، لیکن فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس چیز تم محنت نہ کرو، وہ تمہارے لیے حلال نہیں۔

براہ کرم مختصراً جواب سے آگاہ فرمائیں - ویسے مجھے اپنے رب پر اتنا بھروسہ ہے کہ اگر میں ٹکٹ لے بھی لوں تو وہ نکالے گا نہیں - کیونکہ ایمان کے ساتھ ساتھ جو چیز میں نے اس سے طلب کی ہے - وہ ہے رزقِ حلال - تو پھر وہ کاہے کو مجھے غلط چیز دے گا - ناممکن سی بات ہے لیکن پھر بھی میں جواب کی منتظر رہوں گی۔

جواب: - سیور ریفل سکیم جوئے میں شامل ہے - جوئے کی بندش کے بارے میں قوانین موجود ہیں، لیکن تعجب ہے کہ اس سکیم کے بارے میں روزانہ اشتہارات آتے رہتے ہیں - اس کے انعامات کے اعلانات بھی ہوتے رہتے ہیں جو لوگ خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں نہ ان کو اس کا احساس ہے اور نہ حکومت اس پر گرفت کرتی ہے۔

ملک غلام علی - شعبۂ استفسارات - ادارہ معارفِ اسلامی، منصورہ، لاہور (۱)

تائیدی نوٹ —— از نعیم صدیقی

مسئلہ تو جو ملک غلام علی صاحب نے لکھ دیا ہے - ان کے علم و اخلاص کے پیشِ نظر

اس سے تعرض کرنے کی جرأت مجھے تو نہیں، میں ان کے جواب کو پڑھ کر پوری طرح مطمئن ہوں۔
مگر میں یہاں بعض معاشرتی اور معاشی پہلوؤں سے آپ پر "سیور ایفل" سسٹم کے انعامات کی خرابی واضح کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ اس وقت حصولِ دولت اور دولت افزائی اور نمائشِ دولت کی جو مجنونانہ دوڑ لگی ہوئی ہے اُس میں افراد اور خاندان اور طبقے سب شریک ہیں اور ہر کوئی دوسروں کو دھکیل کر بلکہ کچل کر بڑھ جانا چاہتا تھا۔ اب نئے دور میں عورتیں بھی گھروں کو چھوڑ کر، بچوں کو نوکروں یا کسی دارالاطفال کے سپرد کر کے اور نقاب، دوپٹے اُتار کر، پائنچے، آستینیں چڑھا کر میدان میں کود گئی ہیں۔ بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے خدا اور مذہب اور اخلاق کے بوجھ اُتار کے پھینک دیئے ہیں۔ اور لبرلزم کی فضا میں جھوٹ، چوری، ڈاکے، خیانت، رشوت ظلم و تشدد، قتل مقاتلے، اہم لوگوں یا اُن کے بچوں کے اغوا کے ذریعے حصولِ تاوان، عورتوں اور بچوں کی اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بردہ فروشی وغیرہ، سدا راستے رزقِ حرام کے کھل گئے ہیں۔ تھوڑی سی تعداد جو فی الواقع حرام سے بچنا چاہتی ہے آ سے بڑے بڑے دانشور، عظیم الشان اداروں کے اشتہارات، مختلف مفادات اور انعامات کی کشش سے اس طرح شکار کیا جاتا ہے جیسے پانی میں کنڈیاں ڈال کر مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں۔
بنک والے کہیں گے کہ ایک لاکھ جمع کرائیے اور تا عمر، بلکہ آپ کی اولاد در اولاد بھی اس کے عوض میں ایک ہزار روپے منافع لیتی رہے۔
انعامی ٹکٹوں والے آپ کے سامنے خوب صورت کاروں، ریفریجریٹروں، ائیر کنڈیشنرز، ٹیلی وژنوں، قالینوں، سلائی مشینوں، سکوٹروں اور کیمروں کی رنگین تصویریں اخبارات میں مسلسل لالا کر گویا آپ کی خواہشاتِ پنہاں کو بھڑکاتے بھی ہیں اور اُن کو مجسم کر کے آپ کے سامنے اس طرح رکھتے ہیں کہ گویا برسوں کے خواب پورے ہونے والے ہیں اور پھر دس دس لاکھ اور پچاس لاکھ روپے کے انعامات کا لالچ، منہ میں پانی آجاتا ہے۔ جب محنت و قابلیت سے آدمی زیادہ تیزی سے معرکہ معیارِ حیات سر نہ کر سکے تو وہ چاہتا ہے کہ کوئی جن قابو میں ہو اور وہ دولت کے خزانے لا دے، کسی بنک کو لوٹا جائے، ہیروئن

کا کاروبار کر لیا جائے، وزارت کے ذریعے "موجبیں" کی جائیں، کوئی نادیدہ قوت چھت پھاڑ کر سونے کے ٹکڑے اندر پھینک دے، کوئی وظیفہ پڑھنے سے ہر روز پانچ سو روپیہ مل جایا کرے۔ یا اچانک کوئی انعام کہیں سے نکل آئے اور اخبار سے اطلاع ملے کہ دس لاکھ روپے مسمیٰ فتو ولد نادر کے نام نکلا ہے۔ سرے سے یہی ہماری غلط بلا ہے کہ کہیں سے اچانک کوئی رقم بلا کسی خاص محنت کے نمودار ہو جائے اور نہ دیسی سفر نہ کرنا پڑے۔ اسی سے ہزار خرخشے شروع ہوتے ہیں۔

۲- نفسیاتِ انسانی کی ساخت ایسی ہے کہ اس کا تجربہ کر کے مالی اسکیمیں بنانے والے اپنا نقشہ ایسا بناتے ہیں اور اشتہارات میں اس طرح لاتے ہیں کہ ہر آدمی یوں سمجھتا ہے کہ ایک نہ ایک تو بڑا انعام تو ضرور اسی کو ملے گا۔ یہ رومانٹک سوچ بچار جو آدمی عام حالات میں ناقابلِ حصول تمناؤں کے لیے رکھتا ہے، ایسی ہے جیسے وہ خواب دیکھنے لگے یا اس پر مسمریزم کا اثر ہو جائے۔ اس اثر میں آنے والوں پر جو تباہیاں آتی ہیں وہ تو انعامات کے اشتہارات کے پیچھے مخفی رہ جاتی ہیں۔ مثلاً ہماری شنید میں ایسے ایسے واقعات ہیں کہ کسی غریب آدمی نے قرض لے کر دسیوں ٹکٹ لیے، کچھ نہیں ملا تو قرض خواہ نے اس کا جینا اجیرن کر دیا۔ کسی غریب شخص نے کنال دو کنال زمین بیچ دی اور بیوی بچوں سب کے نام کے بہت سے ٹکٹ تو لے لیے مگر ہزاروں روپے کے ٹکٹوں کے عوض اس کے بچے کو کسی انعام کا ۵۰ واں حصہ ملا، یعنی فرض کیجیے ۵۰ ہی روپے۔ کہیں لوگ زیور بیچتے ہیں، جو انھوں نے اپنی بچی کے نکاح کے لیے تیار کر رکھے ہوتے ہیں۔ ان کو امید ہوتی ہے کہ یہ زیور اتنا روپیہ ساتھ لے آئے گا کہ شادی بیاہ اور جہیز کے دوسرے لوازم بھی پورے ہو جائیں گے۔ مگر نتیجہ نکلتا ہے تو ایک ریڈیو یا ٹیلی وژن یا پریشر ککر مل جاتا ہے۔

انعاموں کا اشتہار دینے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تصویر کا دوسرا رُخ بھی لوگوں کو دکھائیں۔

۳- اس طرح کی کروڑوں کی اسکیموں کا جب آپ حساب لگائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ غریب اور متوسط طبقوں کی خوابناک تمناؤں سے فائدہ اٹھا کر ان کی جیبوں سے

۵، ۵ — ۱۰، ۱۰ — ۱۰۰، ۱۰۰۰ روپے نکلوا لیے جاتے ہیں ملک بھر سے غریبوں کا روپیہ (بلحاظ اکثریت) نچوڑا جاتا ہے۔ اور حاصل شدہ دولت کے بل پر کسی کو ۵ لاکھ، کسی ۱۰ لاکھ اور کسی کو ۵۰ لاکھ دے کر نئے سرمایہ دار پیدا کیے جاتے ہیں۔ یعنی بجائے اس کے کہ سرمایہ داروں کا روپیہ غریبوں میں پھیلے، اُلٹا غریبوں کے روپے سے اُن ہی کے گلے دبانے والی سرمایہ داری کی قوت بڑھائی جاتی ہے۔

کثیر التعداد غریب آبادی کی قوتِ خرید کو کم کر کے مزید کم تر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ یہاں جرائم کی لَو اور بھی تیز ہو جائے اور بدحال عوام کے لشکر کے لشکر تمدن پر ٹوٹ پڑیں۔ کیا ہم میں کچھ لوگ بھی سوچنے والے نہیں رہے۔

۴ — یہ کہنا کہ چونکہ حکومت اسلامی ہے، لہٰذا وہ جو کچھ کرے ہمیں اس سے اختلاف نہ کرنا چاہیے۔ یہ مقام تو جناب ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی حاصل نہ تھا کہ وہ جو کچھ کریں اُسے اسلام مان لیا جائے۔ اسلامی حکومت کے یہ معنی اوّل روز سے آج تک نہیں تھے۔ اسلامی حکومت وہ ہوتی ہے، جو اسلامی اُصول و مقاصد کے لیے پورا کام کرنے کا پریس، پلیٹ فارم، دستور اور منشور سے اقرار کرے اور پھر جو قدم بھی اُٹھائے وہ کتاب و سنت کے تقاضوں کے مطابق اور حدودِ الٰہی کا پابند ہو۔ کوئی اسلامی حکومت اگر اس کی مجاز نہیں کہ وہ لحم خنزیر کے جواز اور دکانوں، ہوٹلوں پر اس کی فراہمی کا انتظام کر دے، تو بالکل کوئی حکومت شراب، زنا، قمار اور سُود جیسی حرام چیزوں کے متعلق بھی مجاز نہیں ہے کہ ان چیزوں کے جواز کا راستہ کھولے اور ایسا کرے تو اس کے خلاف سخت احتجاج اور نفرت کا مظاہرہ شروع ہونا چاہیے۔

لوگوں نے یہ راہِ جواز اس لیے نکالی ہے کہ خواہش اور ماحول کا پریشر براہ راست بھی اور بیوی بچوں، خاندان کے لوگوں، پڑوسیوں اور دوستوں اور اخبارات اور ٹیلی وژن کے ذریعے بھی آپ پر بہت بڑھ گیا ہے۔ ایسے ناجائز اُمور کے لیے ماحول کے پریشر کا مقابلہ کرنا ہی مَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ کی تعریف میں آتا ہے اور اس روش کو ایمانی و اسلامی روش سمجھتے ہیں۔

ورنہ یہاں کی اور دُنیائے اسلام کی "اسلامی حکومتوں" کے کرشموں کا آپ جائزہ لیں تو

پھر دنیا میں کوئی بدتر بن چیز ایسی نہیں جسے آپ جائز اسلامی امر نہ کہنے لگیں۔ یاد رکھیے، حکومتوں کی کسوٹی بھی کتاب و سنت ہے۔

۵ — اسلام نے جہاں قمار کی ممانعت کی ہے، وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلیہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے کہ کسی کا کسی سے کچھ لینا یا کسی کا کسی کو کچھ دینا یا کسی کا کسی رقم میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لینا، سب ناجائز ہیں۔ جواز کا راستہ صرف بیع کا، یا مزدوری و اجرت کا، یا ہدیہ و ہبہ کا رکھا گیا ہے۔ اور اصول یہ طے پایا ہے کہ "الخراج بالضمان" اس کے اصطلاحی انداز کی پیچیدگی سے بچ کر خلاصۃً مدعا یہ سمجھ لیجیے کہ منافع کا حق دار وہ ہے جو نقصان کی بھی ذمہ داری لے۔

لیکن آپ کے سامنے جو صورت ہے اس میں ٹکٹیں خریدنے والے فریق کو جو نقصان ہوتا ہے اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، اور جسے انعام ملتے ہیں اس پر نقصان اٹھانے والوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ نقصان ایک طرف والوں کے لیے، نفع دوسری طرف والوں کے لیے (اور ان کے لیے زیادہ بڑا نفع جو سکیم چلا رہے ہیں)۔ اور بعض حکومتی پروگراموں کو چلانے کے لیے۔

یہ معیار نبوت ہے معاملات کی صحت کا؟ دیکھ لیجیے کہ کوئی صورت اس پر پوری اترتی ہے؟ یا نہیں۔

اور یہ کہ پہلے سے اپنے ایمان کو تول کر بتلائیے کہ آپ کے ایک طرف ۵، ۱۰ لاکھ روپے کا انعام (مال حرام) رکھ دیا جائے اور دوسری طرف محبت رسالت تو آپ کس کا ساتھ دیں گی۔

۶ — اگر کوئی تھرڈ کلاس اسلامی حکومت بھی یہاں ہوتی تو وہ اس فتنہ کو سر اٹھانے ہی نہ دیتی اور نہ اس قسم کے کاروبار کرنے اور اشتہارات دینے کی اجازت نہ دیتی۔ کم از کم سرپرستی تو نہ کرتی۔ علماء بھی اس قدر دم بخود ہیں کہ کبھی کوئی نیک آدمی دو حرفی بات کہہ کر دم سادھ لیتا ہے۔ حالانکہ ہم لوگوں کی طرف سے علمی، ادبی، صحافی ہر قسم کے تردیدی اظہارات کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہونا چاہتے تھا اور ہمارا فرض تھا کہ ہم ملک بھر میں ایک حرکت پیدا کر دیتے۔ اگر معلوم نہیں، ہم اب ہم بھی رہے ہیں یا نہیں!

۷ — یہ اصولی حقیقت بھی پیش نظر رکھیے کہ بہت کم استثنائی مثالوں کے علاوہ اکثر

ایسا ہوتا ہے کہ کسی گھر میں اگر اچانک بڑی سی ناجائز آمدنی داخل ہو جس کے لیے نہ تدریجاً لمبی محنت کی گئی ہو اور نہ جس کا حصول تدریجاً ہوا ہو تو وہ ہمیشہ فتنے ساتھ لاتی ہے۔ ہر فرد خانہ کی تمام دبی ہوئی تمنائیں اُمڈ پڑتی ہیں جیسے ایک انگریزی کہانی کے دو کردار "سیسل اور ہلڈا" یکایک بڑی جائیداد ملنے کا ایک غلط تار موصول ہونے پر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔ اور خوشگوار لمبی ازدواجی زندگی گزارنے کے باوجود ایک دوسرے کی محبت و وفا کا رد کر کے باہمی نفرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ دوسرا تار اطلاع دیتا ہے کہ سابق تار غلط تھا۔ وہ جائیداد کسی اور کے نام کی تھی۔ اس پر دونوں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

دولت کی بڑی مقدار آنے پر وہی عالم ہوتا ہے جو پندرہ بیس پراٹھے، دس پچاس انڈے اور سو کیلے ایک دم کھا لینے پر ہوتا ہے۔ اسراف اور تبذیر کی نئی نئی شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ قرض خواہ ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ بڑی بڑی دعوتیں اور ہوٹل بازی شروع ہو جاتی ہے۔ شراب اور بازار گناہ سے تعلق جڑتا ہے۔ ناجائز کاروبار کرنے کی سوجھتی ہے۔ اور پھر نوخیز اور نوجوان اولادیں تو سکوٹر، کاریں اور کلاشنکوف لیے معاشرے میں جرائم کے نئے باب کھولتی ہیں۔

حرام آمدنی پر پلنے اور ترقی کرنے والے لوگ کبھی خیر و فلاح کا راستہ نہیں پا سکتے۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ کسی کو توبہ و استغفار کی توفیق بھی مل سکتی ہے۔

۸۔ آپ کا خط پڑھ کر اس بات کی خوشی ہوئی کہ آپ کو حرام و حلال کا شدید احساس ہے، اور آپ کا ایمان ہے کہ خدا آپ کو حرام سے ضرور بچائے گا مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کو ٹکٹ خریدنے کے گناہ سے بھی بچائے گا۔